حسان بن ثابت رضؓ

(۶)

از جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب پرواز اصلاحی مبلغی

ان کی دوررس نظروں نے تاڑ لیا تھا کہ دنیا و آخرت کی بھلائی اسی میں ہے کہ رحمت للعالمین کے سایہ میں پناہ لیں، سیکڑوں بتوں کی پرستش سے زیادہ بہتر ہے کہ خدائے واحد کی عبودیت کا اقرار کیا جائے۔ چنانچہ جب وہ اسلام کے رشتۂ الفت سے منسلک ہو جاتے ہیں تو انھیں برسوں کی خانہ جنگیوں سے نجات مل جاتی ہے۔

قرآن حکیم نے ان آیتوں میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔

واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالّف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہٖ اخواناً (سورہ آل عمران آیت ۱۰۳)	اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جبکہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی۔ تم اس کی نعمت کی بدولت آپس میں بھائی بھائی بن گئے

یثرب (مدینہ) میں تشریف آوری کے بعد پہلا کام جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انجام دیا وہ مکہ کے مہاجرین اور مدینہ کے انصار کے درمیان مواخاۃ (بھائی چارگی) کا کام تھا۔ دونوں گروہوں میں تقریباً نوے آدمیوں کے درمیان مواخاۃ کرائی گئی[۱] انھیں میں سے حسان رضؓ کے بھائی اوس بن ثابت بھی ہیں جو حضرت عثمان بن عفان کے دینی بھائی بنائے گئے۔[۲]

---

[۱] طبقات ابن سعد ۱/۲۳۸ [۲] سیرت ابن ہشام ۱/۳۷۹

اس مواخات کے اثرات حضرت حسانؓ کے خاندان میں ان کے بعد بھی باقی رہے
اس مواخات نے دور دور کے دو مختلف قبیلوں کو رحم کے رشتوں سے زیادہ الفت
ومودت کے بندھن میں باندھ دیا۔ خون ونسل سے زیادہ عقیدہ اور فکر نے
ان کے تعلقات استوار کر دیئے۔ اور اس اسلامی اخوت کے احساس نے ایثار و
قربانی. محبت و یگانگت کے بے پناہ جذبات کو ان کے دلوں میں موجزن کر دیا۔
پھر مدینہ کے مذہبی تقدس میں بھی اضافہ ہوا۔ اس کی بھی عزت و حرمت اسی
طرح کی جانے لگی جس طرح مکہ کی کی جاتی تھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے "بلدحرام"
قرار دیدیا۔ اس کے حدود میں جنگ کرنے کی ممانعت کر دی گئی [1]۔
اور دیکھتے دیکھتے مدینہ گہوارۂ امن وسلامتی بن گیا۔ اوس وخزرج ہوں یا دیگر
قبائل جنگجوئی اور آپس کی دھینگا مشتی جن کی فطرت میں تھی ان کے لئے مستقل مشغلہ
حائل ہوگئی۔ اس طرز عمل سے ان کی زندگی میں زبردست تبدیلیاں رونما ہوئیں۔
مالی وسیاسی پوزیشن سنبھلی اور آہستہ آہستہ وہ زندگی کے مختلف میدانوں میں
آگے بڑھنے لگے۔ یہ صحیح ہے کہ خلافت راشدہ کے قیام کے بعد مدینہ کو جو بلندی اور
عظمت حاصل ہوئی اس میں وہ اپنے مہاجر بھائیوں کی ہمسری نہ کر سکے۔ لیکن پھر بھی
انھوں نے بڑے مناصب حاصل کئے۔ وہ باوجودیکہ مدینہ کے اصل باشندے تھے
رسول واصحاب رسول کی مدد وحمایت میں انھیں طرح طرح کی آزمائشوں سے بھی
دوچار ہونا پڑا۔ انہیں قدرتی طور پر یہ حق پہونچتا تھا کہ رسول اکرمؐ کی وفات کے بعد
زمام اقتدار اپنے ہاتھوں میں لیں۔ اور حکومت کی باگ ڈور سنبھالیں۔ لیکن قریش
چونکہ رسول اکرمؐ سے خاندانی قربت رکھتے تھے۔ اور پورے عرب میں اگر کسی کی بالادستی

---

[1] سمہودی۔ وفاء الوفاء ۱/۶۲

قبول کی جاسکتی تھی تو قریش ہی کی ۔ ان کے سوا کوئی اقتدار سنبھالتا تو عرب اس کی اطاعت قبول نہیں کرسکتے تھے اسی لئے انصار مدینہ نے مناسب یہی سمجھا کہ خلافت قریش ہی کے ہاتھوں میں رہے ۔ تاکہ امت کا شیرازہ بکھرنے نہ پائے ۔ انھوں نے سوائے مان لینے کے کوئی چارہ کار نہ سمجھا ۔ اور اپنے بھائی مہاجروں کے دوش بدوش اسلام کے استحکام و ترقی کے لئے کوشاں رہے ۔ اور اسلام نے عقیدہ اور فکر کے جن دھاگے سے انھیں باندھ دیا تھا اس کے توڑنے کی انھوں نے کبھی کوشش نہیں کی ۔ وہ اتحاد و یکجہتی کے بندھن سے کبھی الگ نہ ہوئے ۔ ایک طرف اگر ان کا پرچم ایک تھا تو دوسری طرف ان کا قبلہ بھی ایک ایک کتاب ۔ ایک ملت اور ایک رسول کی امت کے شیرازہ سے منسلک ہو کر دین کی خدمت میں اپنے اوقات عزیز صرف کر دیئے ۔ انھوں نے اسلام کی طرف انتساب کو خاندانی انتساب پر ترجیح دی ۔ اور ہمیشہ اپنے لئے "انصار" ہی کہلوانا پسند کیا ۔ جب کبھی انھیں قدیم خاندان کی طرف منسوب کر کے پکارا جاتا تو وہ بالکل پسند نہیں کرتے تھے ۔ ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ نے اپنے دربان سے کہا کہ وہ اوس و خزرج کے لوگوں کو بلائے تو انصار سخت برہم ہوئے ۔ ان کے سردار نعمانؓ بن بشیر نے معاویہؓ کے دربان سعد کو مخاطب کر کے کہا ؎

یا سعد لا تعد الدعاء فیما لنا نسب نجیب بہ سوی الانصار
نسب تخیرہ الالٰہ لقومنا ۔ اثقل بہ نسباً علی الکفار

(اے سعد! اس طرح پکارنا چھوڑ دے کیونکہ ہمارے لئے سوائے انصار کے کوئی خالص نسب نہیں ہے یہ نسب تو ایسا ہے جسے معبود حقیقی نے ہماری قوم کے لئے پسند کیا ۔ اور کفار پر سب سے زیادہ گراں نسب یہی نسب ہے)

حضرت معاویہؓ مجبور ہو گئے اور پھر انھوں نے اس کے بعد ان کی پسندیدگی کا ہمیشہ لحاظ رکھا ۔ [1]

---

[1] اغانی ۱۴/۳۶

انصار کے دونوں قبیلے جب آپس میں شیر و شکر ہوگئے تو عدنانی قبائل کے مقابل میں انکی قوت کا لوہا بھی مانا جانے لگا۔ یمن کے دوسرے قبیلے بھی ان پر ہر معاملہ میں بھروسہ کرنے لگے۔ قبائلی اتحاد اور مصالح کا بھی تقاضا یہی تھا کہ ان کا تعاون حاصل کیا جائے انصار کی اتحاد و یکجہتی اور ان کی معاشی حیثیت کو دیکھ کر ان کے پڑوسی یہودیوں کے دل میں جلن پیدا ہوئی۔ وہ جاہلیت کے زمانے میں ان دونوں قبیلوں کی دشمنی سے خوب فائدہ اٹھاتے تھے۔ اور ان کے درمیان ایسے شوشے چھوڑتے رہتے تھے۔ جس سے ان کی دشمنی کبھی ختم نہ ہو۔ یہودیوں کی شاطرانہ چالوں اور ان کی مسلسل ریشہ دوانیوں سے جاہلیت میں ان دونوں قبیلوں کو کبھی نجات نہ ملی۔ اب جو انھوں نے اسلام کے رشتہ سے منسلک ہونے کے بعد ان میں اس قدر اخوت اور اجتماعیت دیکھی تو ان سے رہا نہ گیا اور ان دونوں کو آپس میں ٹکرانے کے لئے پھر سوچنے لگے۔ چنانچہ ابو اسحٰق کی روایت ہے کہ

"ایک یہودی نوجوان نے رسول اکرمؐ کے زمانے میں انصار کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی سازش کی۔ اس نے یوم بعاث اور دوسری لڑائیوں کا ذکر چھیڑ دیا۔ اور اس سلسلے میں ان دونوں فریقوں کی جانب سے جو اشعار کہے گئے تھے۔ ان کی یاد دلائی اتنے میں ایک شخص سے رہا نہ گیا وہ بول پڑا اور بس کیا تھا دونوں فریق کے درمیان فتنہ کام کر گیا قریب تھا کہ دونوں لڑ پڑیں کہ اتنے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ کو دیکھتے ہی جنگ کی چنگاری سرد ہو کر رہ گئی۔ آپ نے انھیں ان جاہلانہ حرکتوں پر تنبیہ فرمائی اور پھر وحدت کلمہ کی لڑی میں منسلک کر دیا" [1]

اسلام کے دائرہ میں آنے کے بعد انصار اگرچہ جاہلانہ خصلتوں سے بڑی حد تک دور ہو چکے تھے۔ لیکن کبھی کبھی ایسے واقعات رونما ہو جایا کرتے تھے۔ جبکہ وہ جاہلیت کے خطرناک گڑھوں کے قریب پہونچ جاتے ان کی دبی ہوئی خاندانی عصبیتیں تازہ ہو جایا کرتیں۔ چونکہ

---

[1] سیرت ابن ہشام ۱/۵۵۵

ان کی زندگی کا بیشتر حصہ جنگ و جدال اور آپس کی خونریزیوں میں گذرا تھا اس لئے خاکستر میں دبی ہوئی چنگاریاں کبھی معمولی ہوا کے جھونکے سے بھی بھڑک اٹھتی تھیں اور پھر گذشتہ واقعات کی یاد آنا انسانی فطرت کا خاصہ بھی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ طویس مغنی بھی کبھی کبھی ایسی حرکتیں کرتا تھا۔ وہ اوس و خزرج کی باہمی معرکہ آرائیوں کے درمیان کہے گئے اشعار پڑھنے کا بڑا دلدادہ تھا وہ جہاں لوگوں کی تفریح طبع کے لئے گانا سنایا کرتا وہاں اس کا ایک بڑا مقصد یہ بھی ہوتا تھا کہ ان دونوں کو آپس میں ٹکرا دیا جائے۔ بہت کم ایسے مواقع ہوتے کہ جہاں وہ اپنی مجلسوں میں اسی قسم کی حرکتیں نہ کرتا ہو۔ وہ اپنی مجلس سرود میں جب اس قسم کے گانے گاتا تو لامحالہ بدمزگی پیدا ہو جاتی تھی۔ اس کی انہیں حرکتوں کی بنا پر لوگ اسے بڑا منحوس سمجھنے لگے تھے۔

بہر حال یہود اور دوسرے دشمنان اسلام نے اوس و خزرج کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا۔ ایک طرف اگر انھوں نے انھیں آپس میں لڑانے کے جتن کئے تو دوسری طرف ان کے عقیدے میں بھی رخنے ڈالنے کی کوشش کی۔ کبھی ایمان کو کمزور کرنے کی تدبیر کی تو کبھی ان کے اعمال کو بگاڑنے کی چالیں چلیں آخر جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے درمیان معاہدے ہوئے۔ مگر انھوں نے اسے بھی توڑ ڈالا۔ ان کی مسلسل فساد انگیزی کو دیکھکر رسول اکرم کو اچھی طرح یقین ہو گیا کہ ان کی موجودگی میں مسلمانوں کو کبھی استحکام نصیب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آپ نے ان میں سے کچھ لوگوں کو جلاوطن کرنے کا حکم دیدیا اور کچھ مفسدوں کے حق میں فیصلہ کیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ [۱]

---

[۱] رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے بنی قینقاع سے اس کی ابتدا کی یہ خزرج کے حلیف تھے۔ شہر کو ان کا محاصرہ کیا گیا۔ پھر وہ آپ کے حکم سے چھوڑ دیئے گئے۔ ان کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا گیا تو عبداللہ بن ابی بن سلول آڑے آیا۔ اور ان کی سفارش کی۔ چنانچہ اس کی سفارش پر

(بقیہ صفحہ ۵ پر)

حسان۔شاعر رسول کی حیثیت سے

اسلام کی قبولیت کے بعد حسان کی زندگی میں ایک نیا موڑ آیا۔کہاں اپنی قوم خزرج اور آل غسان کی مدح خوانی اور جاہلانہ فخر و مباحات کا اظہار اور کہاں دنیا کے سب سے بڑے انسان اور خدا کے برگزیدہ نبی کی ثنا خوانی کا منصب جلیل؟ پہلے دنیا کے چند خزف ریزوں اور مفادات کے لئے آسمان و زمین کے قلابے ملایا کرتے تھے اور اب اسلام کے عظیم الشان پیغام کی ترجمانی اور اس کی مدافعت کا فریضہ انجام دینے لگے۔تقدیر بدلتی ہے تو قدرت کی جانب سے اس کے لئے اسباب وسامان بھی ویسے ہی مہیا ہو جاتے ہیں۔

وہ پہلے کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ انھیں دربار رسالت کے شاعر خاص ہونے کا شرف حاصل ہوگا۔ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہہ انتخاب ان پر پڑے گی اور وہ "شاعر رسول" کے معزز لقب سے نوازے جائیں گے۔اور انھیں "مؤید بروح القدس" کا رتبہ بلند حاصل ہوگا۔پہلے وہ صرف اپنی قوم و قبیلے کے شاعر اور ترجمان تھے تو ان کی شہرت و عزت قبیلے کے حصار سے آگے نہ بڑھی اور اب جبکہ اسلام کے عالمگیر مشن کے پیشوا اور حامی بنے تو ان کا شہرہ چہار دانگ عالم میں پہونچ گیا۔

(بقیہ حاشیہ ص۴۹ کا)

چھوڑ دیا گیا۔پھر انھیں جلا وطنی کا حکم دیا گیا۔ان کے مال مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیئے گئے۔اس کے بعد رسول اکرمؐ نے سنہ ۴ھ کو بنی نضیر کی جلا وطنی کا حکم دیا۔انھیں اپنے اسباب وسامان اونٹوں پر لاد کر لے جانے کی حد تک اجازت دی گئی۔سنہ ۵ھ میں بنی قریظہ پر کامیابی ہوئی۔انھوں نے جنگ احزاب میں مشرکوں کی مدد کی تھی۔ان کے لئے سعد بن معاذ کو حکم بنایا گیا۔انھوں نے ان کے مردوں کو قتل کرنے اور ان کے بال بچوں کو جلا وطن کرنے کا حکم دیا۔اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ان کے مالوں کو تقسیم کر لیا جائے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۱۹۰ و ص ۲۳۳۔اور تاریخ طبری ۲/۴۷۹، ۵۰۱)

ایسا نہیں تھا کہ مسلمانوں کی جماعت میں ممتاز اور قادر الکلام شاعروں کی کمی رہی ہو ایک سے ایک بڑا اور پرگو شاعر موجود تھا۔ عبداللہ بن رواحہ۔ اور کعبؓ بن مالک جیسی عظیم شخصیتیں موجود تھیں حضرت علیؓ جیسا دانا و بینا مرد جلیل موجود تھا اور ان میں سے ہر ایک اس منصب کے لئے موزوں تھا۔ مگر کفار و مشرکین کے اٹھائے ہوئے الزامات، ان کے نارِوا پروپگنڈے اور ان کی ہرزہ سرائیوں کا دنداں شکن جواب دینے کی سعادت حسانؓ بن ثابت کی قسمت میں لکھی تھی۔ رسول اکرمؐ کی نظر میں کفار و مشرکین کے ہجویہ اشعار کا جواب دینے کے لئے آپ سے زیادہ موزوں کوئی دوسرا شاعر نہ تھا اور واقعہ یہ ہے کہ آپ نے جہادِ لسانی کی مہم جس خوبی اور کمال کے ساتھ سرانجام دی اس کی بنا پر اسلام کی تاریخ میں آپ کو ایک بڑا مقام حاصل ہو گیا۔

مشرکوں کے جتھے میں ان کے بڑے شاعروں میں چار شخص ایسے تھے جو رسول اکرمؐ کی شانِ اقدس میں گستاخانہ اشعار کہتے تھے صحابہ کرام کے متعلق نہایت دلآزار ہجو کہتے تھے (۱) عبداللہ بن الزبعری۔ (۲) ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب (۳) ضرار بن الخطاب اور (۴) عمرو بن العاص۔ ان کا جواب دینے کے لئے لوگوں نے حضرت علیؓ بن ابی طالب سے درخواست کی۔ حضرت علیؓ تو راضی ہو گئے مگر آپ نے کہا کہ اگر رسول اکرمؐ اجازت دیں تو اس کے لئے میں بالکل تیار ہوں۔ مگر رسول اکرمؐ کو حضرت علیؓ سے کچھ اور ہی کام لینا مقصود تھا۔ اس لئے آپ راضی نہ ہوئے۔ پھر آپ نے انصار کو بلایا۔ اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس قوم نے رسول کی مدد اپنے ہتھیاروں سے کی ہے آخر انھیں کیا چیز روک رہی ہے کہ وہ اپنی زبانوں سے اس کی مدد نہیں کرتے۔ یہ سننا تھا کہ انصار کے بہت سے شعراء آگے بڑھے اور اپنی اپنی خدمات پیش کیں۔ انھیں انصاری شاعروں میں حسانؓ بن ثابت بھی تھے۔ انھوں نے اپنی زبان پکڑی اور کہا بندہ حاضر ہے۔ بصریٰ و صنعاء کے درمیان میرے لئے اس سے بڑھ کر کوئی خوشی کی بات نہیں ہے کہ میں اسلام کی حمایت میں اس کو استعمال کروں رسول اکرمؐ

نے ان سے پوچھا کہ اچھا بتاؤ۔ تم ان کی ہجو کس طرح کروگے جبکہ میں بھی انھیں میں سے ہوں
حسان جواب دیتے ہیں۔ میں آپؐ کو ان سے اس طرح الگ کرلوں گا۔ جس طرح گوندھے
ہوئے آٹے میں سے بال الگ کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ رسول اکرمؐ آپ کو منتخب کرکے فرماتے ہیں
کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے پاس جائیں وہ انساب عرب سے اچھی واقفیت رکھتے ہیں[۵۱]
وہ اس سلسلہ میں ان کی مدد کریں گے۔ اور پھر حضرت حسان کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے
انھیں کہتے ہیں کہ ان کی ہجو کرو حضرت جبرئیل تمہارے ساتھ ہیں۔ آپ کے حق میں دعا
فرماتے ہیں۔

اللھم ایدہ بروح القدس — اے اللہ تو ان کی روح القدس کے ذریعہ مدد فرما[۵۲]

باوجودیکہ آپ ہجوگوئی کو پسند نہیں فرماتے تھے مگر حالات کے تقاضے سے مجبور ہو کر آپ
نے مخالفینِ اسلام کا اسی حربہ سے جواب دینا مناسب سمجھا۔ شاعری کے ذریعہ کم سے
کم جذبات کو بھڑکایا جاسکتا ہے اور بسا اوقات یہ بڑی کارگر بھی ثابت ہوتی ہے
حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ جب قریش کے شاعروں نے اپنی زہرناک ہجو کے ذریعہ
آپ کو تکلیف پہونچائی تو آپ نے فرمایا کہ "تم بھی ان کی ہجو کرو۔ ان کے حق میں یہ تیر ونشتر
سے بڑھ کر کام کریں گی" [۵۳]

رسول اکرمؐ کو حسان کی شاعرانہ صلاحیتوں اور ان کی ہجوگوئی کا پورا پورا
اندازہ تھا۔ کیونکہ پہلے بھی آپ نے ان کے اشعار سنے تھے جو انھوں نے اپنے حریف قبیلہ
اوس کے سلسلہ میں کہے تھے۔ ان کا مدمقابل اوس کا عظیم شاعر قیس بن الخطیم تھا۔
لیکن اس میدان میں ان کی ہمسری نہ کرسکا۔ اس کے علاوہ وہ اپنے ہم قوم شعراء
میں ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ جوں ہی اس مہم پر آپ مقرر کئے گئے آپ نے رسول اکرمؐ

---

۵۱ صحیح بخاری ۲/ ۹۰۹۔ ۵۲ آغانی ۴/ ۳۷ و ابن سلام طبقات الشعراء صفحہ ۱۵۱ و تاریخ
ابن عساکر ۴/ ۱۸۳ ۵۳ ابن عساکر ۴/ ۱۸۵

کے حسن ظن کو سچ کر دکھایا - ہجوگوئی کے محاذ پر خوب دادِ سخن دی۔ اور ایسے ایسے چبھتے ہوئے ان پر طنز کیے کہ ان کے دانت کھٹے ہو گئے۔ شعرائے قریش تک جب ان کے اشعار پہونچتے ہیں تو ان کی صفوں میں کھلبلی مچ جاتی ہے۔ وہ پکار اٹھتے ہیں کہ قریش کی پردہ دری میں ابن ابی قحافہ کا ضرور ہاتھ ہے۔ ورنہ انصار کے قبیلے کا شاعر راز درون پردہ سے کیسے آگاہ ہو سکتا ہے۔ اتنی معلومات سوائے ابن ابی قحافہ کے انھیں کوئی دوسرا نہیں فراہم کر سکتا۔ ان کے تیروں کا وار اسی لئے اتنا کارگر ہوتا ہے کہ ابن ابی قحافہ سے انھوں نے استفادہ کیا ہے۔ [1]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف حسانؓ کے اشعار بے حد پسند فرماتے تھے بلکہ ہر موقع پر ان کی داد بھی دیتے تھے۔ چنانچہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ میں نے عبد اللہ بن رواحہ کو حکم دیا تو انھوں نے کہا اور خوب کہا میں نے کعب بن مالک سے کہا تو انھوں نے کہا اور خوب کہا۔ اور میں نے حسانؓ بن ثابت کو حکم دیا تو وہ خود بھی سیراب ہوئے اور دوسروں کو بھی سیراب کر دیا [2]

آپؐ کی دلچسپی حسان کے اشعار سے اس قدر بڑھی کہ آپؐ نے ان کے لئے مسجد میں منبر بنوایا تاکہ اس پر کھڑے ہو کر وہ اپنے اشعار سنائیں۔ چنانچہ وہ مشرکین کی ہجو میں کہے ہوئے اشعار برسر منبر سنایا کرتے تھے۔ [3]

حضرت حسانؓ نے اسلام کی حمایت و مدافعت میں کب سے شعر کہنا شروع کیا؟ تو اس بارے میں ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے پانچ ہجری کے سال جنگ احزاب کے موقع پر اس کی ابتدا ہوئی چنانچہ ابوالفرج ابن شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ جب احزاب کے موقع پر معرکہ کارزار گرم ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] کتاب ارغانی ۴/۱۳۶ [2] اغانی ۴/۱۴۳ [3] ابن عساکر ۴/۱۲۸ و اصابہ لابن حجر ۱/۳۲۶ و العمدہ ابن رشیق ۱/۱۴

نے فرمایا کہ "مسلمانوں کی عزت کون بچائے گا۔ حضرت کعبؓ بولے یا رسول اللہ! میں اس کے لئے تیار ہوں۔ عبداللہ بن رواحہؓ نے عرض کیا میں اس کے لئے تیار ہوں۔ اور حسانؓ نے بڑھ کر کہا میں اس کے لئے حاضر ہوں۔ رسول اکرمؐ نے ان سے فرمایا کہ تم ان کی ہجو کرو۔ اس کام میں روح القدس تمہاری مدد فرمائیں گے۔ لہ

لیکن ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کے پہلے ہی سال رسول اکرمؐ نے حسانؓ کو مسلمانوں کی طرف سے دفاعی نظمیں کہنے پر مامور کر دیا تھا بلکہ بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ انھوں نے ہجرت کے پہلے عقبہ ثانیہ کی بیعت کے موقع پر رسول اکرمؐ اور آپ کے اصحاب کی شان میں اشعار کہے ہیں چنانچہ ایک قصیدہ میں انھوں نے ضرار بن الخطاب کو مخاطب کرکے حضرت سعد بن عبادہؓ کے قریش کی قید میں پڑنے اور ان سے رہائی پانے کا تذکرہ بھی کیا ہے۔۔۔ اگر ان کے یہ اشعار صحیح ہیں تو پھر دائرہ اسلام میں آنے کے بعد یہ ان کے اولیں اشعار قرار دیئے جائیں گے۔ یہ صحیح ہے کہ ان میں خالص اسلامی جذبات کی وہ گرمی نہیں پائی جاتی جو ان کے دوسرے اشعار میں ہے۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ اسے شعرائے مشرکین سے معرکہ آرائی کا نقطۂ آغاز کہا جا سکتا ہے۔ ٢ھ

حضرت حسانؓ نے شاعر رسول ہونے کے بعد اپنی طلاقت لسانی کے جو جوہر دکھلائے اس کا لوہا کفار و مشرکین کو بھی ماننا پڑا۔ آپ نے ان کے شعراء کی ہجوگوئی کے جواب میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ عہد نبوی میں جتنے غزوات و لڑائیاں ہوئیں ان کی ہو بہو تصویر کھینچ کر رکھ دی۔ ان کے اشعار میں مفاخرت بھی ہوتی تھی اور مسلمانوں کی برتری کا ذکر بھی۔ شہدائے اسلام کے مرثیے بھی ہوتے تھے اور مجاہدوں اور غازیوں کی جرأت و بسالت کی داستان بھی۔ حقیقت میں ان کی اس دور کی شاعری ان تمام واقعات و حوادث کی

لہ آغانی ۴/۱۴۵ و ابن عساکر ۴/۱۸۶۔ ٢ھ سیرت ابن ہشام ۱/۵۴ و دیوان حسان صفحہ ۱۹۱

دستاویز ہے جو مسلمانوں کو پیش آئے۔ اور پھر رسول اکرمؐ کی شان اقدس میں جو گہر افشانی کی ہے وہ نعت گوئی کا شاہکار ہے۔ ان کی بہترین شاعرانہ صلاحیتیں انھیں اشعار میں جلوہ گر ہیں جن میں انھوں نے بارگاہ رسالت میں نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے ان اشعار میں جذبات انگیز برجستگی بھی ہے اور مہارت فن بھی۔ اسلامی رجحانات کا غلبہ بھی ہے۔ اور پاکیزگی و طہارت بھی۔ اخلاق و موعظت کے گہر ہائے آبدار بھی ہیں اور حکمت و دانش کی گہرائی بھی، اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ ان کی شاعری میں جس کثرت سے دینی جذبات کی حرارت ہے وہ شاید ہی کسی دوسرے مخضرمی شاعر کے کلام میں پائی جاتی ہو اور اپنی اس خصوصیت کی بنا پر شعرائے اسلام میں سب سے اونچا مقام رکھتے ہیں۔

حسان پر خاندانی تعلقات کا اثر

حلقۂ اسلام میں آنے کے بعد گو ان کی تمام تر شاعری رسول اکرمؐ کی مدح گستری اور مسلمانوں کی حمایت و مدافعت کے لئے وقف ہو کر رہ گئی تھی۔ مگر ایسا نہیں ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کو بالکل ہی فراموش کر دیا ہو۔ ان کو اپنی قوم سے جو گہرا لگاؤ اور روزانہ کا تعلق تھا وہ پھر بھی کسی نہ کسی موقع پر ظاہر ہو جاتا تھا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اب ان کی عصبیت محدود نہیں تھی بلکہ اس کا دائرہ وسیع ہو گیا تھا۔ پہلے وہ قبیلۂ خزرج کے طرفدار تھے اب اس میں انصار کے تمام قبیلے بھی شریک ہو گئے تھے۔

اسلام نے مسلمانوں کے درمیان جو الفت مودت پیدا کر دی تھی اس کی بناء پر خاندانی و قبائلی عصبیت سے بڑھ کر اسلامی اخوت نے لے لی تھی۔ اور اسلامی اخوت میں سبھی آ گئے تھے پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کبھی قحطانی انصار لوگوں کے شاعر نظر آتے ہیں وہ کبھی عدنانی شعراء کے مقابلے میں مفاخرت کرتے ہیں تو اپنی اس روایت کا ضرور ذکر کرتے ہیں جو اگلے دور میں انھیں حاصل تھی۔ یہی چیز ہے جو انھیں اس بات کے کہنے پر مجبور کرتی ہے کہ یہی لوگ تھے جنھوں نے رسول اکرمؐ کا ساتھ دیا۔ آپ کی حمایت کی اور آپ کے لائے ہوئے دین کی تقویت کا باعث بنے۔

پہلے جاہلیت کے دور میں ان کی ہجو کا نشانہ زیادہ تر قبیلہ اوس کے لوگ ہوا کرتے تھے لیکن اسلام میں آنے کے بعد اب انھیں اخوت و مودت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور دوسروں کے مقابلے میں انھیں اپنے سے زیادہ قریب پاتے ہیں۔

وقد صابرت فیہ بنو الاوس کلھم　　وکان لھم ذکر ھناک رفیعُ
وحامی بنو النجار فیہ وضاربوا　　وماکان منھم فی اللقاء جزوعُ
امام رسول اللہ لایخذلونہٗ　　لھم ناصر من ربھم وشفیعُ

(یعنی جنگ احد میں قبیلہ اوس کے تمام لوگوں نے بڑے ہی صبر سے کام لیا۔ حالانکہ ان کا وہاں بڑا نام تھا۔ اس جنگ میں بنو نجار نے بھی بڑی حمیت اور صبر و ثبات کا مظاہرہ کیا اور ان میں کوئی آدمی ایسا نہ تھا جو جنگ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گھبرانے والا ہو۔ وہ آپ کو یوں ہی بے مدد نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ آپ پروردگار کی جانب سے ان کے لئے مددگار اور شفیع ہیں")

وہ اسلامی دور کی شاعری میں جہاں اپنے قبیلہ خزرج کا ذکر کرتے ہیں تو ساتھ ہی ان کے کارناموں کا بھی ذکر کرتے جاتے ہیں۔ اور اس طرح ان کی عصبیت پھیلتے پھیلتے ازد ہی نہیں بلکہ قحطان کی تمام شاخوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ ان کی یہ عصبیت اس موقع پر پہلے ظاہر ہوا کرتی تھی جہاں شعرائے مشرکین کو وہ مخاطب کرتے ہیں اور ان اشعار میں دینی عصبیت کے پہلو بہ پہلو خاندانی عصبیت بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ لیکن عدنانی قبیلوں کے مقابلے میں وہ کبھی اس کا اظہار نہیں کرتے تھے اور اگر کرتے بھی تھے تو بہت دبے الفاظ میں۔ لیکن ایک مرتبہ غزوہ حنین کے موقع پر جب رسول اکرمؐ مال غنیمت تقسیم فرماتے ہیں تو خصوصیت کے ساتھ آپ کے جود و نوال سے مہاجرین فیضیاب ہوتے ہیں اور انصار محروم رہ جاتے ہیں تو ان کے دل میں یہ خلش پیدا ہوتی ہے کہ ایسا کیوں ہوا، خود انصار کو بھی شکایت ہوتی ہے جسان

انصار کی ترجمانی فرماتے ہوئے نہایت ترنم لہجہ میں بارگاہ رسالت میں عرض پرداز ہوتے ہیں ؎

وآتِ الرسول فقل یاخیر مؤتمن — للمؤمنین اذا ما عُدّ د البشرُ
علام تدعی سلیم وھی نازحۃ — قدام قوم ھم آووا ھم نصروا
سماھم اللہ انصار اً لنصرتھم — دین الھدی دعوان الحرب تستعر
وسارعوا فی سبیل اللہ واعترفوا — للنائبات وما خاموا وما ضجروا
والناس اَلبٌ علینا فیک لیس لنا — الا السیوف واطراف القنا وَزَرُ

(یعنی رسول اللہ کے پاس چلو۔ آپ سے کہو۔ اے مومنین کی سب سے اعلیٰ جائے پناہ، جب دنیا کے انسانوں کا شمار کیا جا رہا ہو قبیلہ سلیم کو کس بنا پر بلایا جاتا ہے۔ جب وہ اس قوم کے سامنے بالکل خالی ہے۔ جس نے پناہ دی۔ اور جس نے اعانت کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام انصار رکھا ہے کیونکہ انھوں نے دین ہدایت کے کاموں میں اس وقت نصرت و اعانت کی جب خونریز جنگ کی آگ خوب بھڑک رہی تھی اور انھوں نے راہ خدا میں تیزی سے آگے بڑھ کر مقابلے کئے اور نازل ہونے والے شدائد میں نہایت صبر و استقلال سے کام لیا نہ انھوں نے ضعف دکھایا اور نہ دل تنگ ہوئے۔ آپ کے سلسلے میں لوگ ہجوم کر کے ہم پر ٹوٹ پڑے۔ ہمارے لئے تلواروں اور نیزوں کی نوکوں کے سوا اور کوئی جائے پناہ نہیں تھی)

رسول اکرمؐ کو انصار کے احساسات کی خبر ملتی ہے تو آپ تمام انصار کو جمع ہونے کا حکم دیتے ہیں۔ اور جب اکٹھا ہو جاتے ہیں تو آپ ان سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں "اے گروہ انصار! کیا دنیا کی ظاہری چمک دمک تمہارے دلوں میں سما گئی ہے۔ کیا تم اسلام اسی لئے لائے تھے؟ کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ لوگ اپنے گھروں کو اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم اپنے گھروں میں خدا اور اس کے رسول کی محبت لیکر جاؤ۔؟ قسم ہے۔

اس ذات کی جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے۔ اگر ہجرت کا معاملہ نہ ہوتا تو میں بھی انصار ہی کا ایک فرد تھا۔ اگر تمام خاندانوں کو اکٹھا کیا جائے تو میں انصار ہی کے خاندان میں ہونے کو ترجیح دوں گا۔ یہ فرمانا تھا کہ انصار رو پڑے۔ اور آپ سے معذرت خواہ ہوئے۔ اس موقع پر حسان نے بھی معذرت آمیز اشعار پیش کیے[1]

ایک مرتبہ جب مہاجرین کی تعداد مدینہ میں بہت بڑھ گئی تو ان کی خاندانی عصبیت کو پھر ابھرنے کا موقع ملتا ہے وہ ایک قصیدے میں ان پر تعریض کرتے ہیں ؎

امسی الجلابیب قد عزّوا و قد کثروا   و ابن الفریعة امسیٰ بیضة البلد

(یہ قلاش لوگ اب باعزت ہو گئے ہیں اور ان کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔ فریعہ کا بیٹا شہر میں منفرد ہو کر رہ گیا ہے)

مدینے کے منافقین قریشیوں کو طنزیہ طور پر "جلابیب" کہا کرتے تھے۔ رسول اکرمؐ نے جب حسان کے اشعار سنے تو ان کی یہ تعریض آپ کو بہت ناگوار ہوئی۔ آپ نے ملا کر ان کی سرزنش کی۔ اور آئندہ سے احتراز کے لئے کہا۔

صفوان بن المعطل نے حسان کے انھیں اشعار کی بنا پر ان کے اوپر تلوار سے حملہ کر دیا اور انھیں بری طرح زخمی کر دیا۔ اور حسان سے مخاطب ہو کر کہا کہ ؎

تلقّ ذُباب السیفِ عنّی فانّنی   غلامٌ اذا ھُوجِیتُ لَستُ بشاعرٍ[2]

(یہ لو! میری طرف سے تلوار کی دھار۔ کیونکہ میں وہ نوجوان ہوں کہ جب میری ہجو کی جاتی ہے تو اس کا جواب شاعر کی طرح میں نظم میں نہیں دیا کرتا۔ کیونکہ میں شاعر نہیں ہوں۔)

صفوان بن المعطل کو حسان سے محض اس بنا پر کد نہیں پہونچا تھا۔ بلکہ اسکی

---

[1] سیرت ابن ہشام ۲/۱۹۷   [2] آغانی ۴/۱۵۵ و سیرت ابن ہشام ۳/۳۰۴

رنجش کی وجہ دوسری تھی اور یہ شعر تو محض بہانہ تھا۔ اس کا سرا اگر تلاش کیا جائے تو واقعۂ افک میں ملے گا۔

کہا جاتا ہے کہ صفوان نے ان پر حملہ کیا تو بنی الحارث بن الخزرج کے ثابت بن قیس بن شماس نے لپک کر صفوان کو پکڑ لیا۔ اور ان کے دونوں ہاتھ ان کی گردن پر باندھ کر ان کو بنی الحارث کے محلہ میں لے گئے۔ راستے میں عبداللہ بن رواحہؓ ملے انھوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ ثابت نے کہا ذرا دیکھو اس نے حسان بن ثابت پر تلوار چلائی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کو قتل ہی کر دیا ہے۔ عبداللہ بن رواحہؓ نے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کی کچھ خبر ہے؟ انھوں نے کہا بالکل نہیں۔ عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا۔ تم لوگوں نے بڑی زیادتی کی۔ اچھا تم ان کو چھوڑ دو۔ ثابت نے صفوان کو چھوڑ دیا پھر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے پورا ماجرا بیان کیا۔ انھوں نے کہا کہ حسان نے مجھے بدنام کرنے کی کوشش کی اور میری ہجو کی۔ میں نے جوش انتقام میں ان کو مارا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسانؓ سے کہا "حسان! اللہ نے میری قوم کو اسلام کی ہدایت بخشی۔ تم محض اسی لئے ان پر بری نظریں ڈالتے ہو۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اچھا جو زخم تم کو لگا ہے اسے معاف کر دو۔ انھوں نے کہا۔ میں نے آپ کی خاطر اسے معاف کر دیا۔

محمد بن ابراہیم بن الحارث سے مروی ہے کہ اس ضرب کے عوض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسانؓ کو بیر حاء عطا فرمایا۔ یہ آج تک مدینے میں بنی جدیلہ کا قصر ہے۔ پہلے یہ ابو طلحہ بن سہل کی ملک تھا۔ انھوں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تصدق کر دیا تھا۔ آپ نے اسے حسان کو دیدیا۔ اور سیرینؓ نامی ایک قبطی باندی بھی دی۔ اس کے بطن سے عبدالرحمن بن حسان پیدا ہوئے [۱] (باقی آئندہ)

---

[۱] تاریخ طبری ۱/۲۲۴۔